حکمت مودودیؒ

جماعت اسلامی کیوں قائم کی گئی؟

میں جو بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی جس غرض کے لیے قائم ہوئی ہے وہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عملاً پوری طرح سے زندگی میں نافذ کیا جائے۔ اس کے سوا اس جماعت کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ جو شخص بھی اس جماعت سے وابستہ ہے خواہ رکن کی حیثیت سے وابستہ ہو یا متفق کی حیثیت سے یا کارکن کی حیثیت سے' اسے اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کا اصل مقصد دین حق کو پوری طرح سے خدا کی زمین پر قائم کرنا ہے۔ سیاسی کام بھی اگر ہم کرتے ہیں تو سیاسی اغراض کے لیے نہیں کرتے اور نہ محض اقتدار حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں بلکہ اس غرض کے لیے کرتے ہیں کہ ان رکاوٹوں کو دور کیا جائے جو دین حق کے قیام میں مانع ہو رہی ہیں اور جمہوری ذرائع سے ملک کے اندر اسلامی انقلاب برپا کرنے کا راستہ ہموار کیا جائے۔

جماعت اسلامی کو کیوں اصرار ہے کہ وہ جمہوری ذرائع سے ہی انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے اور غیر جمہوری ذرائع کے استعمال کی مخالف ہے؟ اس کو چند الفاظ میں بیان کیے دیتا ہوں۔ جماعت نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی قسم کے تشدد کے ذریعے سے' یا کسی قسم کی دہشت پسندانہ تحریک کے ذریعے سے' یا کسی قسم کی خفیہ تحریک کے ذریعے سے' یا کسی قسم کی سازشوں کے ذریعے سے انقلاب برپا نہیں کرنا چاہتی بلکہ جمہوری ذرائع سے ہی انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ یہ قطعاً اس لیے نہیں ہے کہ ہم اپنی صفائی پیش کر سکیں کہ ہم دہشت پسند نہیں ہیں' اور ہمارے اوپر یہ الزام نہ لگنے پائے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلامی انقلاب اس وقت تک مضبوط جڑوں سے قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگوں کے خیالات نہ تبدیل کر دیے جائیں' جب تک لوگوں کے اخلاق' لوگوں کی عادات کو تبدیل نہ کر دیا جائے۔ اگر کسی قسم کے تشدد کے ساتھ' یا کسی قسم کی سازشوں کے ساتھ' یا کسی قسم کی دھوکے بازیوں کے ساتھ اور جھوٹ اور اسی طرح کی مہم کے ساتھ انتخابات جیت بھی لیے جائیں یا کسی طریقے سے انقلاب برپا کر بھی دیا جائے تو چاہے یہ انقلاب کتنی دیر تک رہے' یہ اسی طرح اکھڑتا ہے جیسے اس کی کوئی جڑ ہی نہ ہو۔ آپ نے ایوب صاحب کا دور دیکھا کہ کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس شخص کو کوئی ہٹا سکے گا لیکن جب وہ ہٹا تو

یہ معلوم ہوا کہ اس کی کوئی جڑ ہی نہیں تھی۔ آج اس کا کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ اس طرح سے جن لوگوں نے ناجائز ذرائع سے انتخابات جیت کر بظاہر جمہوری طریقے سے اقتدار حاصل کیا ہے ان کی بھی حقیقت میں کوئی جڑ نہیں ہے۔ ان میں سے کوئی دو آدمی ایسے نہیں ہیں جو ایک دوسرے کے مخلص ہوں۔ ان کو اغراض نے ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اغراض ہی ان کو ایک دوسرے سے پھاڑتی ہیں۔ اغراض ہی نے ان کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا ہے۔

اب دوسرا کام جو آپ کے سامنے ہے اور بہت بڑا کام ہے وہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے خیالات کو تبدیل کیا جائے۔ عام لوگوں کے اندر اسلامی فکر اور اسلامی نظام کے بنیادی تصورات کو بٹھایا جائے' اور لوگوں کے اندر اخلاقی انقلاب برپا کیا جائے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ پچھلے ۲۶' ۲۷ سال میں جن لوگوں کے ہاتھ میں ملک کے اختیارات رہے ہیں' خواہ وہ سیاسی اختیارات ہوں' خواہ وہ معاشی اختیارات ہوں' خواہ وہ تعلیمی اختیارات ہوں' جن لوگوں کے ہاتھ میں بھی ملک کو چلانے کے اختیارات رہے ہیں' انھوں نے قوم کے ذہن کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے' اور اس کو اسلام سے دُور سے دُور تر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرکار مشرقی پاکستان پاکستان سے الگ ہو گیا۔ وہاں یہ ذہن پیدا کیا گیا کہ بنگالی بولنے والا ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں اور جو بنگالی نہیں بولتا وہ دوسری قوم ہے۔ اور اب یہاں اس کفر کو پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہاں ملک کے اندر یہ ذہن پیدا کیا جا رہا ہے' اور زبردستی پیدا کیا جا رہا ہے کہ یہ پٹھان ہے' یہ بلوچی ہے' یہ سندھی ہے اور یہ پنجابی ہے۔ کیا یہ پاکستان کی بنیاد تھی؟ سارے ہندستان کے مسلمان یہ بھول گئے تھے کہ وہ مسلمان ہونے کے سوا بھی کچھ ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے انھوں نے کوشش کی اور متحدہ مطالبہ کیا تب پاکستان وجود میں آیا۔ اگر گجراتی' مدراسی' سندھی' پٹھان اور پنجابی الگ الگ قوم رہتے اور الگ الگ اپنی قومیتوں کا تصور رکھتے تو پاکستان کبھی نہیں بن سکتا تھا۔

اب یہ تصور باقی ماندہ پاکستان کے بھی ٹکڑے کر دینے والا ہے۔ سندھ میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تصور پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے' درآں حالیکہ سندھی مسلمان اور غیر سندھی مسلمان سندھ کا نہایت مخلص اور سیدھا سادا مسلمان ہے۔ وہاں کے تعلیم یافتہ طبقے میں یہ زہر خاص طور پر پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ سندھی بولنے والا ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں اور جو سندھی نہیں بولتا وہ دوسری قوم ہے۔ ایک طرف تو لوگوں کے نظریات بگاڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور دوسری طرف اخلاق کو بگاڑنے کے لیے تمام ممکن ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں۔ تیسری طرف تعلیم کا ایسا نظام رائج کیا جا رہا ہے کہ آدمی کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں کے مسلمانوں کو کیا بنانا مقصود ہے اور انھیں کس طرف لے جانا ہے۔

اس حالت میں آپ کو جان مار کر کوشش کرنی ہے اور اپنی پوری قوت صرف کرنی ہے کہ عام لوگوں کے اندر زیادہ سے زیادہ اسلامی ذہن پیدا کیا جائے۔ جب تک آپ یہ کام نہیں کریں گے اس وقت تک یہاں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔

اس موقع پر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں جمہوریت کو کبھی چلنے نہیں دیا گیا اور جمہوری طریقے سے جب کبھی انتخابات ہوتے ہیں وہ انتہائی بے ایمانی اور تشدد اور انتہائی بددیانتی کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ ان انتخابات کے ذریعے سے اگر آپ ۱۰۰ فی صد بھی ووٹ حاصل کریں تو صندوقچے سے ۱۰۰ فی صد ووٹ آپ کے خلاف برآمد ہوں گے۔ ہمیں اس صورت حال کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ اس کے لیے پوری جدوجہد کرنی ہو گی کہ جن لوگوں کے ہاتھوں سے یہ کام لیا جا رہا ہے، ان کے ذہن کو تبدیل کیا جائے۔ ہمیں یہ کوشش کرنی ہے کہ انتخابات کے مراکز پر اگر کچھ لوگ بے ایمانیاں کرنا چاہیں بھی تو نہ کر سکیں۔ ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ خیالات ملک کے اندر پوری طرح سے مضبوطی سے جم جاتے ہیں اور قوم کے اندر پورا ارادہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کوئی طاقت انقلاب آنے سے نہیں روک سکتی۔ یہ ہر راستے سے آتا ہے۔ ایسے راستے سے آتا ہے کہ جس کے بند کرنے کا خیال کوئی سوچ تک نہیں سکتا۔

آپ اس بات کی فکر نہ کریں کہ انقلاب کس راستے سے آئے گا۔ آپ صرف کام کریں۔ اپنی سیرت کو درست کریں۔ جب آپ اسلام کی طرف دعوت دینے اٹھیں گے تو لوگ یہ دیکھیں گے کہ یہ دعوت دینے والے کیسے لوگ ہیں۔ اگر آپ کے اپنے اخلاق میں یا آپ کے کردار میں کوئی خرابی ہو یا آپ کے اندر ایسے لوگ پائے جائیں جو جاسوسی کرتے ہیں اور ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنے والے ہوں تو پھر آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ کو اپنے اخلاق بلند کرنے پڑیں گے۔ اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنانا پڑے گا۔ اپنے اندر نظم و نسق اور نظم کی اطاعت کی عادت ڈالنی پڑے گی، اور پوری طرح سے جماعت کے دستور کی پابندی کرنی ہو گی، اور اس کے ساتھ عوام الناس کے اندر پھیل کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا ہو گا۔ اس کے لیے ۵۰ سال لگ جائیں، چاہے ۱۰۰ سال لگ جائیں، آپ کو یہ کام کرنا ہو گا۔ آپ یہ کام کریں گے تو کوئی طاقت اس ملک کو اسلامی ملک بننے سے نہیں روک سکتی (کُل پاکستان اجتماع ارکان، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۷۴ء، منصورہ سے آخری خطاب)۔

(مولانا مودودی کے دور امارت کی چند جھلکیاں، عاصم نعمانی، ص ۴۲-۴۵)